التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

سُورَۃُ بَقَرَہ

(قسط ۱۰)

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

(لوگو!) تم خدا کا کیونکر انکار کر سکتے ہو اور (تمھارا حال یہ ہے کہ) تم بے جان تھے اور اسی نے تم میں جان ڈالی، پھر

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا

(وہی) تم کو مارتا ہے پھر (وہی) تم کو (قیامت میں دوبارہ) جلائے گا (بھی) پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی (قادر مطلق)

۱؎ اَمْوَاتًا (بے جان، عدم محض) یہاں پر بندوں کے غیر معمولی احتیاج اور خدا کے حد درجہ فراموش انسانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اَمْوَاتًا کے معنی دو ہیں، ایک یہ کہ تم عدم محض تھے اور تمھارا مذکور تک نہ تھا (لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا) کہ خدا کے سوا کسی کے وہم و گمان میں بھی تمھارا کوئی تصور نہ تھا، دوسرا یہ کہ، دنیا میں ظہور اور پیدائش سے پہلے کے سینکڑوں مختلف مراحل ایسے تھے کہ تمھارا تصور ہی تصور تھا، جان نہیں تھی۔

۲؎ فَاَحْيَاكُمْ (پر اس نے تم میں جان ڈالی) پھر آپ کو دنیائے بے نام و نشان سے دنیائے ہست میں لایا، اور جان ڈال کر خلعتِ وجود سے سرفراز فرمایا۔

۳؎ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ (پھر (وہی) تم کو مارتا ہے) دنیا دار العمل ہے، ستانے اور دم لینے کو بھی کچھ وقفہ چاہیے۔ اس کے لیے دو مرحلے تجویز فرمائے، ایک "وقفہ نیند" کہ انسان محدود سلسلۂ کار کے دوران، مختصر سا دم لے لیتا ہے دوسرا وقفہ "وقفہ موت" ہے، جو پورے کارِ حیات کے لیے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اسے جد و جہد در جھنجھٹ سے چھٹی دے کر اس کو پوری کمائی دے دی جائے — اس لیے بعد میں فرمایا، ثُمَّ يُحْيِيكُمْ — احیاء کا یہ

مرحلہ، اخروی مرحلہ ہے جو موت کے بعد پیش آئے گا، جہاں انسان اپنی پوری زندگی کی کمائی اور اس کا پھل اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے گا۔

۴؎ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) حق تعالیٰ نے ہی وجود بخشا اور یہاں بھیجا۔ فارغ ہو کر اب جانا بھی مڑ کر پھر اسی ذاتِ برحق کے حضور ہے۔ یہ بات نہیں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ، کچھ اور مبارک ہستیاں ایسی بھی ہیں کہ ان کو صرف ان کے حضور حاضر ہونا ہوگا، غلط ہے۔ کیونکہ اور کسی نے انسان کو بھیجا ہی نہیں ہے کہ اب اپنا دفترِ عمل لے کر انسان کے لیے اس کے حضور پیش ہونا بھی ضروری ہو۔

خدا انسان کو عدم سے وجود میں لایا اور بغیر کسی استحقاق کے لایا، جان بخشی، پھر آرام کرنے اور دم لینے کے لیے مواقع مہیا کیے، پھر تھکا دینے والی ڈیوٹی سے پوری چھٹی دے کر اسے اپنے حضور شرفِ باریابی بخشا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ وہ عظیم احسان ہیں، جس کا جواب "احساسِ ممنونیت" کے سوا بندہ کے بس میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، کہ ان تمام منزلوں میں انسان کس قدر بے بس، درماندہ اور محتاج ہے اور کارسازی کے لیے خدا کے سوا اس پر اور سب دروازے کس طرح بند ہیں؟

اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ میں ایک تلمیح یہ بھی ہے کہ بالآخر جب اس کی طرف ہی رجوع کرنا ہے تو درمیانی عرصہ میں ادھر ادھر کیوں بھٹکتے پھریں، شروع سے ہی رب کی طرف رُخ کیوں نہ کر کے رہیں، وَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔

۱؎ خَلَقَ لَکُمْ (تمہارے لیے پیدا کیا) اس سے غرض یہ ہے کہ آپ اس سے مستفید اور محظوظ ہوں۔ دوسرے مقام پر اس کو سَخَّرَ لَکُمْ (تمہارے اختیار اور بس میں کر دیا) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ:

- ان میں سے کسی بھی چیز کا خدا ضرورت مند نہیں ہے، جو کچھ ہے صرف آپ کے انتفاع کے لیے ہے۔
- دنیا جہان کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے، جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہو، کیونکہ انسان سب سے اشرف ہے، اس کے بعد اگر انسان خدا کے سوا اور بھی کسی کا دم بھرتا ہے تو یہ مقامِ آدمیت کی نافہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ سب چیزیں انسان کے لیے ہیں، لیکن انسان صرف خدا کے لیے ہے۔
- زہد یہ نہیں، کہ ان سے استفادہ نہ کیا جائے بلکہ یہ ہے کہ ان کو صحیح اور جائز طریقے سے استعمال کیا جائے اور وحیِ الٰہی کے مطابق ان سے استفادہ کیا جائے اور خود کو ان کی غلامی سے بالاتر رکھا جائے۔
- ان سے انتفاع کی اجازت ہے، ان کے اسراف کی نہیں (وَلَا تُسْرِفُوْا)

باقی رہا ان سے استفادہ کرنے کا طریقہ؟ سو وہ مختلف ہے۔ ایک اباحیوں کا ہے، دوسرا منکرینِ حق کا اور تیسرا حق پرستوں کا۔

فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی کل کائنات پیدا کی پھر (اس کے علاوہ ایک بڑا کام یہ کیا کہ) آسمان کے بنانے کی طرف

اباحی کہتے ہیں کہ سب چیزیں سب کے لیے ہیں۔ کسی کی کوئی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ زر، زن اور زمین سب کو سب کے لیے یکساں مال مباح قرار دیتے ہیں، لیکن حال یہ ہے کہ اگر کوئی ان کے علاقے پر نظریں جمالے تو آنکھیں پھوڑ دیتے ہیں، ان کی سائیکل چرالے تو جان سے مار دیتے ہیں۔ بس یہ باتونی لوگ مکار ہیں۔

منکرینِ حق کا معیار، ان کا ملکی رواج، اربابِ اختیار اور جمہور کی صوابدید ہے، اور بس۔

حق پرستوں کے سامنے "وحی الٰہی" رہتی ہے، کیونکہ جو مالک ہے حق یہ ہے کہ استفادہ کرنے کی صورت میں، مرضی بھی اسی کی ملحوظ رہنی چاہیے۔ اس سلسلے میں مختصراً اسلامی تعلیمات یہ ہیں۔

ا۔ جو شے کسی کے قبضہ سے پہلے اپنی تحویل میں لے لی جائے، وہ بھی اسی کی۔ من سبق الی ما لم یسبق الیہ فھولہ (ابو داؤد)

ب۔ کسی کے قبضہ کے بعد اس سے باہم رضامندی کے ساتھ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ (اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ پ ۵۔ النساء، ع ۵)

ج۔ بخشش یا مزدوری کی صورت میں جو حاصل ہو، وہ بھی اسی کی ملکیت ہوگی۔ (وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا الحدید۔ ع ۲) يٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ (سورہ قصص۔ ع ۳)

اباحی لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کے لیے ہے۔ لیکن وہ بات نہیں سمجھے، اصل غرض یہ ہے کہ یہ زمین وما فیہا، کسی شخص، خاندان یا گروپ کے نام الاٹ نہیں کی گئی ہے کہ وہ مالک رہیں اور دوسرے ان کے منگتے، بلکہ قانون کے مطابق سب کے لیے اس سے اپنی اپنی ضروریات پوری کرنے اور استفادہ کرنے کی چھٹی ہے، کسی پر دروازہ بند نہیں ہے۔ دوسرا اور بنیادی تاثر یہ دینا مقصود ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ نے آپ کے لیے بنائی ہیں، یہ انصاف نہیں کہ، آپ کھائیں اس کا اور گائیں کسی کا۔

لے ثُمَّ اسْتَوٰی (پھر وہ متوجہ ہوا۔ پھر وہ چڑھ گیا) اس کے استعمالات مختلف ہیں، دو یا دو سے زیادہ فاعل کی طرف نسبت ہو تو برابر کے معنی ہوں گے فاستوی زید وعمرو فی کذا دو کی بجائے ایک کی طرف ہو تو اعتدال کی کیفیت پر دال ہوتا ہے؛ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی جب عَلٰی کے ساتھ ہو تو چڑھنے، غلبہ پانے اور قرار پکڑنے کے معنی میں ہوتا ہے فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ، اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ بعض ائمہ نے اس کے یہ معنی کیے ہیں کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اس کے سامنے مساوی ہیں یعنی جیسا چاہتا ہے سب چیزیں ویسی ہی ہو جاتی ہیں۔ یا یہ کہ تمام چیزوں

کی نسبت خدا کی طرف برابر ہے، ایسا نہیں کہ کوئی چیز دوسری کی نسبت خدا کے زیادہ قریب ہو۔ جب اِلیٰ کے ساتھ استعمال ہو تو کسی چیز تک بالذات یا بالتدبیر پہنچ جانے کے معنی ہوتے ہیں ثم استوی الی السماء (مفردات، استوی، علا اور ارتفع (بلند اور اونچا ہوا) کے معنی میں بھی آتا ہے (اقرب) شاہ صاحب نے اس کے معنی "چڑھ گیا" کیے ہیں (موضح) لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں: ونعلمها فی الجملة من غیر ان نتعقلها او نشبهها او نکیفها او نمثلها بصفات خلقه تعالی الله عن ذلك علوا کبیرا فالاستواء کما قال مالك الامام و جماعة معلوم ..... والکیف مجهول (کتاب العلوم الذهبی) یعنی چڑھنا معنی ٹھیک ہیں لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں کہ کیسے؟ کیونکہ وہ بندوں جیسا نہیں ہے۔ ہاں "متوجہ ہوا" کے معنی کی صورت میں مطلب صاف ہے کہ آسمان بنانے کا ارادہ فرمایا، سو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

"ثم" کے معنی ہوتے ہیں "پھر!" لیکن اس جگہ "ترتیب" کا لحاظ نہیں، بس یوں سمجھیے! جیسے کہا جائے کہ یہ کیا اور وہ بھی۔ اس لیے "پھر" سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پہلے زمین بنی پھر آسمان۔ کیونکہ سورت نازعات میں تصریح ہے کہ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (اس کے بعد اس کو بچھایا) ویسے بھی یہاں پر زمین کی پیدائش کی بات نہیں بلکہ "ما فیها" کی ہے، بندوں کے فائدہ کے لیے، جو کچھ اس میں ہے، وہ بعد میں بنایا۔

۵۔ سبع سمٰوٰت (سات آسمان) ان سے کیا مراد ہے، حقیقۃً سات یا بطور محاورہ سات یا بکثرت؟ اس کے علاوہ ان آسمانوں سے مراد "حلقے" ہیں جن میں سیارگان محو خرام ہیں یا واقعی ذی جرم کوئی حقیقت ہے۔ جو ابھی تک ہماری نگاہ اور علمی دسترس سے بہت دور ہے۔ بہرحال قرآن حکیم نے ان میں سے کسی بھی "شکل" کا تعین نہیں کیا۔ اور نہ اس کا تعلق تبلیغ اور رشد و ہدایت سے ہے۔ مادی تقاضوں سے جتنا تعلق ہے انسان اپنی احتیاج کی بنا پر خود اس کے کھوج میں مصروف رہے گا۔ اور یہی شے اس کے لیے مفید بھی ہے۔ جس طرح روحانیات کا تعلق محنت اور عمل کا متقاضی ہے اسی طرح مادی نظام کے کوائف بھی مسلسل محنت، جد و جہد اور عمل کے متقاضی ہیں۔ ہاں اس نے اس کی طرف کچھ تلمیحات کر دی ہیں، تاکہ ان کی طرف انسان کا ذہن منتقل ہوتا رہے، سو وہ ہو گیا۔ چنانچہ اسی عظیم حکمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (پ۱۲۔ ھود، ع۱)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تمہیں آزمائے کہ عمل کے اعتبار سے تم میں سے سب سے بہتر کون ہے۔

یہ حسن عمل ایک روحانی نوعیت کی چیز ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر مبنی ہوتی ہے اور ایک مادی قسم کی ہے کہ اس نگارخانہ کائنات میں اپنی محنت اور عمل کے ذریعے کون نئی نئی دریافت کرنا اور اس پر قابو پاتا ہے اور ان کی ان محنتوں سے خلق خدا متمتع ہوتی ہے؟ یہاں یہ دونوں مقصود ہیں۔

اس آیت میں ہیئت اور ریاضی کے مسائل پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے، بلکہ دنیا کو خدا کی بے مثال قدرتوں کی طرف دعوت مطالعہ دی جا رہی ہے تاکہ اس کو اندازہ ہو جائے کہ جو خدا اور خدائی عظیم صفات کی حامل ذات کریم ہوتی ہے وہ کس قدر عظیم قدرتوں، محیر العقول سطوت، با جبروت جلال و کمال، حیرت افزا حسن و جمال اور حدود فراموش الطاف و عنایات کی مالک ذات ہوتی ہے؟ جو اقوام غیر اللہ کے در پر ناصیہ فرسا ہیں، وہ دراصل "خدا" کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور ساتھ ہی یہ "آدم نافہمی" پر بھی دال ہے۔

فقہ القرآن۔ اس رکوع سے یہ باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

- عبادت اور سچی غلامی صرف اسی ذات کبریا کا حق ہے جو خالق اور منعم ہے، دوسرا نہیں۔ دوسرے کی مشروط اطاعت تو ممکن ہے، عبادت بالکل نہیں۔ (اعبدوا ربکم الذی)
- دنیا جہان کی ساری طاقتیں مل کر بھی، قرآن حکیم کی چھوٹی سی سورت جیسی سورت بھی نہیں بنا سکتیں، صورۃً نہ معناً۔ (ولن تفعلوا الایۃ)
- جنت اور اس کی بہاریں صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص ہیں جو ایمان اور عمل صالح کا ٹکٹ رکھتے ہوں فی سبیل اللہ بہشت کا وہاں کوئی ذکر نہیں۔ (وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت)
- وضوح حق کے لیے مناسب مثالوں کو بیان کیا جا سکتا ہے تاکہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے، مثال کو نہیں دیکھنا کہ وہ بڑی ہے یا چھوٹی، بلکہ اس کے لیے مخاطب کے معیار استعداد اور مضمون کی توضیح کے تقاضوں اور شب و روز کو ملحوظ رکھنا چاہیے (لا یستحی ان یضرب مثلاً) ہاں ان سے استفادہ حسن نیت غالی الذہن لوگ کرتے ہیں، اپنی ضد کے جو پکے ہیں، وہ نہیں۔ (یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً)
- فاسق، بدعہد، بدمعاملہ اور تخریب کار کا نام ہے۔ (الذین ینقضون عھد اللہ)
- کچھ قومیں سمجھتی ہیں کہ روشنی کی خالق ایک ذات ہے اور اندھیرے کی دوسری، اسی طرح بعض کا کہنا ہے کہ: برہما جی خالق، وشنو جی باقی رکھنے والے اور شیو جی موت دینے والے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ: یہ سب رب العٰلمین کی تخلیق ہیں۔ (کنتم امواتا فاحیاکم)
- زمین میں جو کچھ ہے انسان کی ضیافت طبع اور بقا کے لیے ہے، انسان ان کے لیے نہیں ہے یعنی انسان مخدوم ہے ان کا خادم نہیں ہے۔ (خلق لکم ما فی الارض) سو ان کا شکار کیجیے خود ان کا شکار نہ

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

متوجہ ہوا تو سات آسمان ہموار بنا دیے اور وہ ہر چیز (کی کنہ) سے واقف ہے۔ (اے پیغمبر لوگوں سے اس وقت کا تذکرہ کرو) جب

بنیے۔ (وابتغوا من فضلہ الایۃ)

- زمین کے ساتھ آسمانوں کا ذکر دراصل ان کے باہمی تعلق کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ ان کے بغیر زمین کے لیے تنہا گہوارہ بننا دشوار بات ہے۔ (ثما ستوی)

ﮧ اِذْ (جب، جس وقت، جس ٹائم میں) یہ عموماً ماضی کے کسی ٹائم یا اس میں واقع کسی بات اور امر کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے آتا ہے کہ فلاں وقت کو یاد کرو یا یہ کہ فلاں واقعہ کو یاد کرو جو فلاں گھڑی اور دن کو پیش آیا جس سے مقصود تذکیر، استدلال اور ہوش میں آنے کے لیے درس عبرت ہوتا ہے۔ جب اس کے ساتھ "ما" لگ جاتا ہے۔ "اذما" تو شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔

ﮧ قَالَ (کہا، تصور کیا، رائے قائم کی، تعمیل کی، الہام کیا) اس کے متعدد معنی ہیں جیسا کہ قوسین میں واضح کیے گئے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز سے بات کی جاتی ہے مگر اس کے حسب حال۔ جیسا کہ یہاں ہے، ملائکہ (فرشتوں) سے رب نے کہا مگر ہماری طرح نہیں بلکہ ویسے، جیسے ان کے لیے چاہیے ـــــ ہمارے نزدیک یہ پیرایہ بیان مجاز نہیں ہے، کیونکہ ان کے لیے وہی حقیقت ہے جو انداز ان کے لیے مخصوص ہے اور اسی پیرائے میں ان سے بات کی گئی۔

ﮧ مَلٰٓئِكَةَ (فرشتے، پیام رساں، الٰہی منتظمین) بعض ائمہ کا ارشاد ہے کہ مَلَكٌ، مُلْكٌ کے لفظ سے نکلا اور بنا ہے، جو فرشتے انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو "مَلَكٌ" کہتے ہیں، جس طرح دنیا کے سیاسی حکمرانوں کو "مَلِكٌ" (بادشاہ) کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، جو فرشتے دنیا کا انتظام کرتے ہیں "مَلَكٌ" کا لفظ صرف انہی کے لیے مخصوص ہے، جو فرشتے انتظامیہ سے تعلق نہیں رکھتے ان کو "مَلَكٌ" نہیں کہتے (مفردات راغب) تخلیق آدم کے سلسلے میں، فرشتوں سے ذکر کرنے کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آدم اور اس کی اولاد ان کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں، فرشتوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہیں جو حق کی معرفت اور تسبیح و تقدیس میں مستغرق رہتے ہیں، (یسبحون اللیل والنہار لایفترون) یہ بارگاہِ الٰہی کے مقرب فرشتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو "قضاء و قدر" کے مطابق زمین و آسمان کی تدبیر اور نظم و انصرام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (بیضاوی ملخصاً)

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ایک نورانی مخلوق ہے، جس کا خارج میں وجود پایا جاتا ہے، صفاتِ الٰہیہ یا روحانی اور طبعی قوی سے عبارت نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض عقلاء کا کہنا ہے کہ یہ صرف ملکہ اور معنوی قوتوں کا نام

ہے، اور وہ اس سلسلے میں یہاں تک چلے گئے ہیں کہ وحی الٰہی بھی ان کے نزدیک انسان کے باطن اور اندر سے ایک مخصوص آواز کے اُبھرنے اور پیدا ہونے کا نام ہے، وہ نبوت کو بھی ایک ملکہ قرار دیتے ہیں اور اس کا نام "جبرئیل" رکھتے ہیں ــــ عقلاء کے یہ افکار کسی تجربہ، شواہد اور قطعی دلائل پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ اوہام ہیں، فکر و نظر کی کوتاہ دامنی اور عقل کی نارسائی کی پیداوار ہیں، کہتے ہیں: یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، ہم کہتے ہیں جو چیز حدودِ عقل سے پرے کی ہے اسے عقل کے کدال سے حاصل کرنا بجائے خود "خلافِ عقل" ہے۔ صحیح طریق کار یہ ہے کہ جو بات ہماری محدود عقل کی دسترس سے ورا را لورا ہے، اسے ان مبارک ہستیوں کے بتانے پر مان لینا چاہیے جن پر "عالم الغیب" کی جانب سے مناسبِ "غیوب" کا فیضان ہوتا رہتا ہے۔

بہرحال فرشتے سراپا اطاعت اور سراپا وفا ایک نورانی مخلوق ہے، جس کے شب و روز اور تعامل کی کچھ تفصیلات بھی کتاب و سنت میں آگئی ہیں ــــ جو اطاعت کی حد تک ہمارے لیے ایک نمونہ بھی ہیں اور ان کے اس تعارفی تذکار سے اس امر کا رد بھی ہو جاتا ہے کہ: یہ دنیا ایک غیر متبدل طبعی قوانین کے زور سے چل رہی ہے۔ یعنی ظہورِ کائنات کے بعد اب وہ "یدِ غیب" کے تعاون اور سرپرستی سے بے نیاز ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہ طبعی اسباب خود خدا نہیں ہیں بلکہ خدا کی مشیت کے پابند ہیں کیونکہ مسبب الاسباب اور علۃ العلل صرف اس کی مشیت ہے۔ (کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ)

ملائکہ ۔ فرشتے پروں والی مخلوق ہے: اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (فاطر)

وہ موحد ہیں اور توحید کی شہادت دیتے ہیں شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ (آلِ عمران)

وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (مومن) وہ دیوی یا دیوتا نہیں ہیں بلکہ خدا کے "عبد" (غلام، بندے) ہیں مگر بڑے محترم اور مکرم ـ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (انبیاء) اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ط اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا (بنی اسرائیل) وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (زخرف)

یہ عبدیت ان کے لیے وجہ عار نہیں ہے: لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء) عبدیت (حضرت) مسیح اور مقرب فرشتوں کے لیے وجہ عار نہیں ہے۔ وہ خدا کے سامنے اکڑتے نہیں ہیں وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ (انبیاء) اگر خود خدا بننے کا نعرہ بلند کرتے تو ان کے لیے بھی جہنم ہوتی۔

انتظامیہ کے علاوہ فرشتے بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہتے ہیں: وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (زمر) اور کچھ عرشِ الٰہی کے آس پاس رہتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ (مومن) وہ نکمے یا شہزادے بن کر نہیں رہتے، بلکہ خدا کے سامنے سدا سربسجود رہتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا

فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ (النحل)

اپنے رب کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں: یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (مومن) وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (شوریٰ) نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (بقرہ) وہ ذکر حق میں نہ تھکتے ہیں نہ کسی وقت سست پڑتے ہیں۔ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (انبیاء)

وہ باوفا اور اطاعت شعار ہیں، رب کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے: لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (تحریم) تعمیل حکم کے سوا ان کو اور کسی شے سے غرض نہیں اور نہ ہی وہ اس کے سامنے لب ہلانے کی سکت رکھتے ہیں: لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ (انبیاء) اس کے باوجود وہ خدا سے سدا ڈرتے رہتے ہیں: یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (نحل) یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ (رعد) وہ خوف خدا سے سدا کانپتے رہتے ہیں۔ وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (انبیاء)

ان کے ذمے خدا کی پیغام رسانی بھی ہے: اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (الحج) خاص کر خدا اور بندے کے درمیان یہی وسائط ہیں: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ (شوریٰ)

ان کو خدا کی معیت اور نصرت و تائید حاصل ہوتی ہے: اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ (انفال) وہ مسلمانوں کا دل بڑھاتے اور تثبت بخشتے ہیں: فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (انفال) جو ثابت قدم رہتے ہیں، وہ مخصوص اور مناسب انداز میں ان کے لیے بشارت لے کر نازل ہوتے ہیں اور ان کی ڈھارس بندھاتے ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدۃ) وہ خدا کے نیک بندوں اور مجاہدوں کی نصرت کو اترآتے ہیں: اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ (آل عمران) وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (توبہ) ان کے ذریعے اپنے نبی کی مدد فرمائی: وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (توبہ) ایک باڈی گارڈ کے طور پر اللہ کے نبی کے آگے پیچھے رہتے تھے: یَسْلُكُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (الجن) انبیاء کے پاس بشارت لے کر آتے رہے: فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ (آل عمران) حسب ضرورت انسانی لباس میں نبی اور غیر نبی کے پاس بھی تشریف لاتے رہے: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ (آل عمران) فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا (مریم)

اہل زمین کے لیے بخشش اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (شوریٰ)
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ (مومن) مومنوں کی مدد کرتے ہیں وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (توبہ) أَلَنْ
يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ۔ (آل عمران)

ثابت قدم مسلمانوں پر ان کا نزول جاری رہتا ہے اور ان کو پیام بشارت سے نوازتے رہتے ہیں: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ (حم السجدۃ) انبیاء کے لیے بشارت لاتے ہیں۔ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ (آل عمران)

وہ حاملین عرش ہیں الذين يحملون العرش (مومن) وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (الحاقہ) اور کچھ عرش کے اردگرد رہتے ہیں: وَمَنْ حَوْلَهُ (مومن) انبیاء اور ان کے سلسلے کے "سلسلۂ پیامات" کی نگرانی اور حفاظت کرتے ہیں تاکہ سلسلہ بے داغ رہے۔ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ہ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ (الجن)

اللہ کے رسول پر درود پڑھتے ہیں، آپ کی تائید و نصرت کرتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ (احزاب) دعوت حق کے شیدائیوں اور راہیوں پر بھی "صلوٰۃ" کہتے ہیں: هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ (الاحزاب)

دوزخ پر نگران اور کارکن بھی فرشتے ہوتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً (مدثر) یہ داروغے اپنی ڈیوٹی کے لحاظ سے غیر مداہن اور بڑے مضبوط دل والے ہیں: عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (تحریم) منکرین کو دوزخ میں دھکیلتے ہوئے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس خدا کے فرستادہ نہیں پہنچے تھے أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (زمر) اعداء اللہ کے لیے عذاب بن کر نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ قوم لوط کے سلسلے میں آکر حضرت لوط سے کہا: هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (ھود) حضرت ابراہیم سے ان کے بارے میں کہا کہ ان کا برا حشر ہونے کو ہے: قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ہ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (ھود)

ملائکہ اللہ کے حکم سے جان قبض کرتے ہیں تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ (الانعام) إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ (النساء) جب منکرین موت کی بے ہوشیوں میں پڑے ہوتے ہیں تو فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہتے ہیں کہ اپنی جانیں ہمیں واپس کرو اور نکال باہر کرو: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ (الانعام)

اعمال نامے لکھتے ہیں: إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ (یونس) بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ (الزخرف) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ (سورہ ق)

انتظامیہ اور تدبیر امور کے فرائض ان کے ذمے ہیں اور وہ مختلف اور متنوع ہیں: فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ (النّٰزعٰت) فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ (الذاریات)

انسان کے دلوں میں نیک امور کی طرف میلان اور تحریک پیدا کرنا بھی فرشتوں کی ذمہ داری ہے، واما لمۃ الملک فایعاد بالخیر وتصدیق بالحق (ترمذی عن ابن مسعود) جب کہیں کوئی گروہ یادِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے، فرشتے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں اور ان کے گرد گھومتے ہیں۔ ما من قوم یذکرون اللہ الا حفت بھم الملائکۃ (ترمذی عن الخدری)

احادیث - جب انسان رحم مادر میں گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ (انسانی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے) تو فرشتہ اس پہ متعین کر دیا جاتا ہے تو اس کے (۱) عمل (۲) موت کا وقت (۳) اس کی روزی (۴) اور وہ نیک ہے یا بد جیسا کچھ بالآخر ان کو ہونا ہوتا ہے اسے علم الٰہی کے مطابق وہ قلمبند کر لیتا ہے، اس کے بعد اس کے بدن میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی وسعید ثم ینفخ فیہ الروح (صحیحین ابن مسعود) صبح دو رعصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں اور وہ خدا کے ہاں اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ یتعاقبون فیکم ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنہار ویجتمعون فی صلوۃ الفجر وصلوۃ العصر ثم یعرج الذین باتوا فیکم فیسألہم ربہم الحدیث (صحیحین ابوھریرہ)

جب تک نمازی نماز میں ہوتا ہے فرشتے نازل ہو کر ان کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں: لم تزل الملٰئکۃ تصلی علیہ ما دام فی مصلاہ: اللّٰھم صل علیہ، اللھم ارحمہ (صحیحین - ابوھریرہ) وہ ان اعمال کے سلسلے میں باہم تبادلۂ خیال اور گفتگو کرتے ہیں، جن سے گناہ کا کفارہ ہوتا ہے: ھل تدری فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت نعم فی الکفارات (مشکوٰۃ) قرآن مجید کے بعض مقامات کی تلاوت ان کے لیے حد درجہ جاذب ہوتی ہے۔ قال تلک الملائکۃ دنت لصوتک ولو قرأت لاصبحت ینظر الناس الیھا (صحیحین، الخدری)

جب انسان قبلہ رُو ہو کر کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے داہنے طرف ہوتا ہے: فان احدکم اذا استقبل القبلۃ فانما یستقبل ربہ والملک عن یمینہ (ابوداؤد عن ابی سعید) بلکہ فرشتے مساجد میں بھی ہوتے ہیں، ان کو انسانوں کی طرح بعض اشیاء سے اذیت بھی ہوتی ہے، اس لیے حکم ہوتا ہے کہ پیاز جیسی چیز کھا کر مساجد میں نہ جایا کرو۔ من اکل من ھذہ الشجرۃ فلا یقربن مساجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانسان (صحاح - عن جابرؓ)

آپ کی دعاؤں پر فرشتے آمین کہتے ہیں، اس لیے فرمایا، جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ہم آہنگ ہوتی ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ من وافق تأمینہ تأمین الملٰئکۃ غفر لہ ما تقدم من

ذنبہ (صحاح۔ ابوھریرہ) بلکہ بندہ جو بھی دعا کرتا ہے فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اس لیے حکم ہوتا ہے کہ خیر کی دعا کیا کرو۔ لا تدعوا انفسکم الا بخیر فان الملٰئکۃ یؤمنون علیٰ ما تقولون (مسلم۔ ام سلمہ) جمعہ کے دن جب امام خطاب کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے بھی سننے کے لیے آجاتے ہیں۔ فاذا خرج الامام حضرت الملٰئکۃ یستمعون الذکر (صحاح۔ ابوھریرۃ) عید کے دن مختلف راستوں پر کھڑے ہو کر، لوگوں کو رب کریم کے حضور حاضر ہونے کو کہتے ہیں یعنی ان کے دلوں میں اس کے لیے تحریک پیدا کرتے ہیں اور جنھوں نے ماہ صیام کے حقوق ادا کیے ان کو داد دیتے ہیں اور بخشش کی نوید سناتے ہیں۔ اذا کان یوم عید الفطر وقفت الملٰئکۃ علیٰ ابواب الطرق فینادوا اغدوا یا معشر المسلمین الی رب کریم ...... لقد امرتم بقیام اللیل وامرتم بصیام النہار واطعتم ربکم فاقبضوا جوائزکم فاذا صلوا نادی مناد الا ان ربکم قد غفر لکم فارجعوا راشدین الی رحالکم الحدیث (طبرانی کبیر عن سعد بن الاوس)

جب انسان بیمار ہوتا ہے تو دو فرشتوں کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے جو اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ عیادت اور بیمار پرسی کرنے والوں سے خدا کی حمد و ثنا اور صبر و شکر کرتا ہے (یا شکوہ) اذا مرض العبد بعث اللہ الیہ ملکین فقال انظروا ما ذا یقول لعوادہ فان ھو اذا جاءوہ حمد اللہ واثنیٰ علیہ رفعا ذلک الی اللہ وھو اعلم الحدیث (مالک بن عطا) جب فرشتے اس کے کسی جگر گوشے کی جان قبض کرتے ہیں تو رب ان سے پوچھتا ہے کہ مصیبت کے اس عالم میں میرا بندہ کیا کہتا تھا، تو وہ کہتے ہیں، الٰہی وہ آپ کی حمد اور انا للہ پڑھتا تھا، جس سے اللہ خوش ہو کر اس کے لیے بہشت میں بیت الحمد تعمیر کرنے کا ان کو حکم دے دیتا ہے قال اللہ تعالیٰ قبضتم ولا عبدی .. .... قبضتم ثمرۃ فوادہ فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی فیقولون حمدک واسترجع فیقول ابنوا لعبدی بیتا فی الجنۃ وسموہ بیت الحمد (ترمذی۔ عن ابی موسیٰ) جب مومن پر خود اپنی رحلت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس کی معطر روح نکالتے ہیں اور اگر وہ کافر ہوتا ہے تو اس پر عذاب کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بڑی سختی سے اس کی متعفن روح نکالتے ہیں۔ اذا احتضر المومن اتت ملٰئکۃ الرحمۃ بحریرۃ بیضاء فیقولون اخرجی راضیۃ مرضیا عنک الی روح اللہ ..... وان الکافر اذا احتضر اتتہ ملٰئکۃ العذاب بمسح فیقولون اخرجی ساخطۃ مسخوطا علیک الی عذاب اللہ (نسائی۔ ابوھریرۃ) بعض خوش نصیب افراد کے جنازہ کے ساتھ رحمت کے فرشتے چلتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی بدابۃ وھو مع الجنازۃ فابی ان یرکب فلما انصرف اتی بدابۃ فرکب فقیل لہ فقال ان الملائکۃ کانت تمشی فلم اکن لارکب وھم یمشون فلما ذھبوا رکبت (ابوداؤد۔ ثوبان) جنازہ کے ہمراہ سواری پر لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا انھیں شرم آنا چاہیے، فرشتے پیدل اور یہ سوار چلتے ہیں۔ خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جنازۃ فرای ناسا رکبانا فقال الا تستحیون ان ملٰئکۃ اللہ علی اقدامھم وانتم علی ظھور الدواب (ترمذی۔ ثوبان)

(مسلسل)